Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

Received: 11th Feb, 2024 | Accepted: 16th June, 2024 | Available Online: 30th June, 2024
Digital Object Identifier: 10.52015/daryaft.v16i01.379

"ساسا" کے کرداروں پر میڈیائی پروپیگنڈا کے اثرات

Influence of Media Propaganda on the Characters of "Sasa"

DR. MUHAMMAD SOHAIL IQBAL[1] AND DR. TAHIRA GHAFOOR [2]

[1] PhD Urdu Alumni, International Islamic University, Islamabad, Pakistan

[2] Lecturer Urdu, Government Graduate College, Satellite Town, Rawalpindi, Pakistan
Corresponding author: Dr. Muhammad Sohail Iqbal (m.sohail1005@gmail.com)

ABSTRACT The historical background of the under-study Urdu novel "Sasa" is a tragedy set in the 21st century. The incident of 11th September 2001, stands as a poignant historical event, reshaping the global political landscape in mere hours. This paper analyses the novel Sasa delving into the far-reaching consequences of the twin tower demolition in New York, particularly resonating across the Muslim world. The repercussions of this calamitous and violent incident extend beyond geographical borders, leaving an indelible mark on nations such as Pakistan, Afghanistan, and Iraq. However, a significant facet of this impact is observed through the lens of Pakistani Muslims residing in the United States and Western countries, who directly grappled with the aftermath of the tragedy. Central to the novel's narrative are characters who embody the multifaceted questions surrounding the motivations behind the tragedy. These questions are intricately woven into the characters' actions and dialogues, unravelling a complex interplay of political, social, and economic issues. As the characters navigate their identities both domestically and abroad, themes of identity, conflict, and harmony emerge as pivotal touchpoints. Within the narrative, Muslim characters hopelessly long for a path of peace amidst the prevailing tide of war, intolerance and animosity propagated by Western and European media. Central to the novel's narrative is a character named Saleem who embodies the multifaceted questions. In quest of his long hunted answer to the question of Love he travels to America, but he had to face hatred instead. This research employs a qualitative analysis approach, utilizing textual analysis and thematic exploration to unearth the layers of meaning embedded within the characters' experiences and interactions. By contextualizing the characters within a global framework, this study seeks to shed light on the intricate web of human emotions, motivations, and responses triggered by Sasa. Ultimately, the findings contribute to a deeper understanding of the broader sociopolitical repercussions of traumatic events and underline the importance of nuanced narratives that counter prevailing biases and prejudices.

Keywords Sasa, Character, Saleem, Love, America, Janney, 9/11, Media, Propaganda, sociopolitical, comprehensive.

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو دو اغوا شدہ طیارے امریکہ کے شہر نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرائے گئے جس سے چند منٹوں میں ۱۱۰

This work *is licensed under a* Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

منزلہ عمارت زمین بوس ہو گئی۔ ۹/۱۱ کو وقوع پذیر ہوئے طویل عرصہ بیت چکا ہے لیکن اس کے اثرات ابھی تک جاری ہیں۔ جس طرح ۹/۱۱ کے واقعہ نے زندگی کے دوسرے تمام شعبہ ہائے زندگی پر اثرات مرتب کیے ہیں، اسی طرح عالمی ادب پر بھی اس کے نمایاں اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اُردو ناول پر بھی ۹/۱۱ نے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ سلیم ناول کا مرکزی کردار ہے جس کے ذریعے نائن الیون کے بعد کی صورت حال کو موضوع بنایا ہے۔ سلیم پاکستان سے محبت کا سوال لے کر امریکہ جاتا ہے لیکن سلیم کو نائن الیون کے بعد نفرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امریکہ اور یورپی ممالک میں مقیم مسلمانوں خصوصاً پاکستانیوں پر اس سانحہ کے اثرات اور پاکستانیوں سے نفرت کا بیانیہ ناول "ساسا" کا بنیادی موضوع ہے۔ ناول کے کرداروں پر سانحہ ۹/۱۱ کے اثرات نمایاں ہیں۔ ان اثرات کو تجزیاتی انداز سے پرکھا گیا ہے۔

محمد شیراز دستی کا ناول "ساسا" سماجیاتی فکر کا حامل ہے ۔ ناول کی کہانی سلیم سے پوچھے گئے ایک سوال "محبت کہاں ہے" سے شروع ہوتی ہے۔ سلیم سے یہ سوال گاؤں کے سکول ماسٹر نے کیا ہے۔ جواب کی تلاش میں سلیم سات سمندر بھی پار کر جاتا ہے جس کی بدولت سلیم پر عصر حاضر کی ایسی معنویت آشکار ہوتی ہیں جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ امریکہ جیسے ملک میں "سانحہ ۹/۱۱" کے بعد عصری چنگیزیت کے چہرے، بھولے امریکی عوام کی معصومیت اور سامراجی قوتوں کی سیاسی اتھل پتھل کے بل بوتے پر بوئے جانے والے تہذیبی تصادم کے بیج، مغرب کی اسلام دشمنی، تیسری دنیا کے معاملات میں مداخلت، غریب اور محکوم ممالک کا صفہ ہستی سے صفایا، جیسے معاملات کا ایک وسیع فکری اور سماجی دائرہ ہے۔ اس سیاسی منظر نامے کا سمجھنا بھولے امریکی عوام کی سمجھ سے کوسوں دور ہے:

> "بہ ظاہر یہ ایک عام سی کہانی ہے اور سلیم کا سفر دائرہ کا ہے، مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے ۔ محبت کی تلاش، سلیم کو معاصر زندگی کی سب چھوٹی بڑی سیاسی، ثقافتی، میڈیائی حقیقتوں سے متعارف کرواتی ہے کس طرح مابعد گیارہ ستمبر دنیا میں سب پاکستانی شناخت کی سیاست کا شکار ہوتے ہیں اور ان جرائم میں ملوث سمجھے جانے لگتے ہیں جو انھوں نے کیے ہی نہیں ۔ کس طرح پاک بھارت تعلقات دونوں ملکوں کے شہریوں کے روز مرہ رویوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کس طرح سلیم کا شعور امریکہ اور پاکستانی یا عالمی و مقامی دنیاؤں کا مقابلہ کرنے اور انھیں سمجھنے کی کوشش کرنے میں مسلسل حال و ماضی کے منطقوں میں محو سفر رہتا ہے۔ کس طرح اسی دوران میں وہ انسانی حقوق، شہری آزادیوں اور عمومی انسانی صورت حال سے متعلق دونوں دنیاؤں کے فرق اور عالمی دنیا کے تضادات سے آگاہ ہوتا ہے۔"(۱)

سلیم ناول کا مرکزی کردار ہے جس کی پرچی پر مدھم روشنائی سے "محبت" لکھا ہے۔ اس محبت کی تلاش وہ اپنے گاؤں سے ہی کرتا ہے اور پہلا سوال چچی سے کرتا ہے کہ "چچی آپ نے محبت تو نہیں دیکھی؟"(۲) یہ سوال مسلسل گاؤں کی کئی عورتوں سے پوچھا جاتا ہے، جس پر اس کو دشنام بھی سننا پڑتی ہیں ۔ گاؤں کی ایک بوڑھی عورت سے سوال کرنے پر گاؤں کی ساری عورتوں کے مرد گھروں سے باہر

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

نکل آئے ۔اب منزہ کے دادا سے پوچھنا باقی رہے گیا تھا۔ سلیم کو اپنے دادا کا ایسا ہی خوف ہے جیسا تیسری دنیا اور خصوصاً پاکستان کو امریکہ سے ہے ۔ آخر ہمت کر کے سوال کیا گیا" دادا مجھے محبت کہاں سے ملے گی؟(۳)

مغربی دنیا نے اب یہ طریقہ اپنایا ہوا ہے کہ جب تیسری دنیا کے کسی حکمران کو اقتدار سے ہٹانا ہو تو سب سے پہلے میڈیا سے کام لیا جاتا ہے۔ میڈیا اس سیاسی کھیل میں ہراول دستے کا کام دیتا ہے۔ میڈیا عالمی طاقتوں اور ان ممالک کی خفیہ ایجنسیوں سے ملی بھگت کرتا ہے۔ میڈیا کو اس کام کے لیے بڑی رقم، مراعات اور سہولیات سے نوازا جاتا ہے۔ میڈیا حکمرانوں کی ذاتی زندگی اور سیاسی کردار کے بارے میں من گھڑت کہانیاں اور خبریں بنا کر حکمران کی کردار کشی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح عالمی سطح پر ان کے خلاف نفرت کا بیانیہ جنم لیتا ہے اور قومی سطح پر بھی۔ جس حکمران کو اقتدار میں لانا ہوتا ہے اس کے بارے میں ایسی اچھی اور حیران کن خبریں دینا شروع کرتے ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہ سنی گئی ہوں۔ اس سب کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ عصر حاضر میں میڈیا کا کردار فیصلہ کن حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

سلیم بھی محبت کا پنچھی بن کر اینا کی آنکھوں میں بسیرا کر بیٹھا تھا جو کئی دن سے غائب تھی۔ سلیم نے برقی پیغامات دیکھے تو ایک ای میل پر نظر پڑی جس میں سلیم کی کہانی نہ چھاپنے کی معذرت کی گئی تھی کیوں کہ ایڈیٹر کے مطابق آپ کی کہانی بہت ہی دلچسپ ہے سوائے آپ کے مرکزی کردار منزہ کے جو غیر حقیقی ہے۔ یہ اصل میں دو تہذیبوں کا فرق ہے جو ایڈیٹر کی سمجھ سے باہر تھا۔ جینی کو اپنے "ساسا" سے محبت ہے جس کی طبیعت خراب ہے اور جس کو ہسپتال لے جانے کے لئے ایک ایمبولینس منگوائی جاتی ہے جب کہ خود سلیم کے ملک پاکستان میں تھر کے علاقے میں قحط سالی پیدا کر کے دو سو بچے مار دیے گئے۔

مغربی میڈیا نے تیسری دنیا میں اپنی عوام کے مفاد میں انسانی حقوق کو ایک نئے مذہب کا درجہ دے دیا ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کے نام نہاد ڈراما سے مغرب کو یہ استحقاق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ کسی بھی ملک کے اندرونی سیاسی معاملات میں دخل اندازی کر سکتا ہے اور اس کو اس بنیاد پر ایک دہشت گرد ریاست قرار دے کر اپنے اتحادیوں کو ساتھ ملا کر سزا دینے کا حق دار ٹھہرا سکتا ہے جہاں انسانی حقوق پر زد پڑتی ہو۔ اس سلسلے میں مغرب پاکستان اور اسلامی ممالک کی اسلامی اقدار کو بھی بنیادی حقوق کے مخالف تصور کرتا ہے جس میں خواتین کے نقاب کرنے کو مغرب نے سیاسی ڈراما کے طور پر استعمال کیا ہے۔

سلیم امریکہ جیسے ملک میں بھی اپنے ملک کی سہانی یاد سے غافل نہ رہا۔ اس کو پاکستان شدت سے یاد آتا۔ پاکستان کے چار موسموں کو یاد کرتا ہے ۔ایک میں پیار بویا جاتا ہے تو عشق کی فصل تیار ہوتی ہے، دوسرے موسم میں حسن بویا جاتا ہے تو رومان پیدا ہوتا ہے ،تیسرے میں شیرینی بو کر سُر کاٹے جاتے ہیں جبکہ آخری موسم جذبوں کا ہے جس میں گُلِ اخلاص پھوٹتا ہے۔ میرے ملک میں محبت ہی محبت ہے اس محبت کو دیکھنے کے لئے غیر ملکی پرندے بھی سائبیریا اور روس سے آتے ہیں، میرا ملک کا آسمان بھی مہربان ہے جو ہر کسی کو سہلانے اور بہلانے اتر آتا ہے ۔میرے ملک کے ہمسائے بھی اس قدر آپس میں محبت سے رہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو کچھ نہ کچھ کھانے کو بھیجتے رہتے ہیں۔ میرے ملک میں لوگ گلے ملتے نہیں تھکتے ہیں، ہمارے بزرگ مرتے ہیں تو ستارے بن کر آسمان پر چمکنے لگتے ہیں۔ جینی اس عرضی جنت کے نقشے میں پورے طور پر گم ہو چکی تھی۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

موجودہ دور کو اس لیے میڈیا کا دور کہا جاتا ہے کہ مغرب محض موثر اور طاقتور میڈیا کے ذریعے ہی تیسری دنیا کے حکمرانوں اور عوام کے ذہنوں پر حکومت کر رہا ہے۔ ایسے ممالک جہاں سیاسی شعور کا فقدان ہے، جہالت ہے، اور تعلیم یافتہ مغرب کی ہر بات اور کام کو سچ سمجھتے ہیں۔ یہ تعلیم یافتہ طبقے کا احساس کمتری ہے۔ ایسے ممالک کی عوام کے لیے امریکہ نئے نئے شوشے چھوڑتا ہے۔ جس سے عوام کی سوچ بڑی حد تک متاثر ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ اس صورت میں سامنے آتا ہے کہ عوام کی سوچ کو ایک نئے رخ پر ڈال دیا جاتا ہے جس میں مغرب کے مفاد کا تحفظ ہوتا ہے۔ اکیسویں صدی کا دور جسمانی غلامی کا نہیں ذہنی غلامی ہے۔

سلیم نہا دھو کر باہر آیا تو میڈی کچن میں کھانا پکانے میں مصروف تھی، ریڈیو پر خبریں جاری تھیں جس پر اسامہ بن لادن کے حوالے سے کوئی پروگرام نشر ہو رہا تھا۔ میڈی کچن سے باہر بھاگ کر آئی اور انتہائی غضب ناک ہو کر سلیم پر چلائی بن لادن اِن یور کنٹری، پاکستان، ناٹ ایفگانستان، میڈی نے جینی کو بھی بتایا کہ "بن لادن اِن ایبت ایبت نیئر از لام ایبت، ہز کنٹری"(۴)

تین دن تک ہاسٹل کے منیجر سمیت تمام لوگ مجھ سے دور دور رہتے اور وہی میڈی والا سوال کرتے۔ میڈی نے ساری ذمہ داری سلیم پر ڈال دی جبکہ ہاسٹل کے لوگ واقعہ کا سہارا لے کر گھما پھرا کر لیکن محتاط طریقے سے سوال کرتے:

> Dont you think, Saleem, Pakistan army knew or, may be, facilitated his stay in Abbotabad'?No. I don't think so. Had they known or facilitated it, Oh. Okay. Why do you think Obama shouldn't be mad at your government? No one should be mad at the democratically elected, government of a sovereign state.(5)

(ترجمہ: آپ کو نہیں پتا، سلیم کہ پاکستانی فوج کو معلوم تھا یا ایبٹ آباد میں اس کو قیام کی سہولت فراہم کی گئی؟ نہیں مجھے ایسا نہیں لگتا کہ وہ جانتے تھے یا سہولت فراہم کی۔ اوہ۔ ٹھیک ہے۔ آپ کو کیوں لگتا ہے کہ اوباما کو آپ کی حکومت پر غصہ نہیں آنا چاہیے؟ کسی کو جمہوری طریقے سے منتخب ہونے والی خود مختار حکومت پر پاگل نہیں ہونا چاہیے۔)

چینی لڑکی 'یون' سے لے کر میڈی اور کولمبین لڑکے ہاوئیر تک سب نے سلیم سے اسامہ بن لادن کو چھپانے کا حساب مانگا۔ ان کو کیا پتا کہ سلیم کو ماسٹر صاحب نے سوالِ محبت دے کر بھیجا تھا نہ کہ سوال سیاست۔ تمام لوگ سلیم سے دور دور رہنے لگے۔ میڈی ڈر کر اکیلے کچن میں نہ جاتی، سلیم کے ڈر کی وجہ سے چھڑی کو بھی چھپا کر رکھتی۔ ہال میں آنے والے لوگوں نے اپنا ٹائم تبدیل کر لیا۔ ایسے وقت میں کوئی ہال میں نہ آتا جب وہاں سلیم موجود ہوتا۔ ان لوگوں کے دلوں میں ایسا خوف پیوست ہو چکا تھا جیسے سلیم اسامہ بن لادن کا ہی ساتھی ہے۔ امریکی بھولی اور معصوم عوام سرکش ریاستوں کے فلسفے سے ابھی تک نابلد ہے۔ اگر یہ عوام سرکش فلسفے سے آشنا ہوتی تو سلیم کو سانحہ ۱۱/۹ کے بعد اس نفرت اور تعصب کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ سرکش ریاستوں کے فلسفے کو سمجھنا ضروری ہے:

> سرکش ریاست کا فلسفہ اس وقت بھی مروج رہا کہ جب ڈیموکریٹس وائٹ ہاؤس میں دوبارہ آئے۔ صدر کلنٹن نے ۱۹۹۳ء میں اقوام متحدہ کو اطلاع دی کہ امریکہ جب ممکن ہوا کثیر فریقی، مگر جب ضروری ہو ایک طرفہ اقدام کرے گا۔ ایک سال بعد اقوام متحدہ کی سفیر میڈیلین نے اس موقف کو دہرایا۔ جبکہ ۱۹۹۹ء میں وزیر دفاع ولیم کوہن نے بھی، جس نے اعلان کیا کہ امریکہ نے اپنے مفادات کا دفاع کرنے کے لئے 'یک طرفہ

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

فوجی طاقت استعمال کرنے کا عزم کیا ہوا ہے۔ جس میں 'کلیدی مارکیٹوں، توانائی کی رسد اور تزویراتی وسائل تک آزادانہ رسائی کو یقینی بنانا شامل ہے اور بلاشبہ ہر وہ شے کہ جس کا تعین واشنگٹن اپنے 'داخلی دائرہ اختیار' میں کر سکتا ہے۔(6)

سانحہ ۹/۱۱ کے بعد امریکی میڈیا پر پھیلائی گئی نفرت اور تعصب کی بناء پر اب سلیم بالکل تنہا رہ گیا تھا۔ امریکی میڈیا نے ماسٹر کے سوال 'محبت کہاں ہے' کی اہمیت ختم کر کے ایک نئے سوال کو جنم دیا کہ تہذیبوں کا تصادم کیسے شروع ہوتا ہے؟ اسلامی ملکوں میں دہشت گردی کا الزام کیسے عائد کرنا ہے۔ پاکستان کو دہشت گردوں کی آماجگاہ کس طرح بنایا جائے۔ امریکی اور یورپی میڈیا نے لوگوں کے ذہنوں پر یہ سب کچھ ثبت کر دیا۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت کا زہر میڈیائی پروپیگنڈا کے ذریعے نقش کیا گیا ہے۔ میڈیا کے ذریعے کس طرح ذہنوں کو ہائی جیک کیا جاتا ہے اس کو سمجھنے کے لیے اس عبارت کا مطالعہ ضروری ہے:

It is true that the media prioritizes the news in term of headlines and placement of stories. But it is equally true that people pay greater attention to stories of personal interest to them and their groups. Indeed, it would be true to say that the media often 'reflect' rather than 'set' the agenda. Individuals, groups, institutions, political parties, and governments-all have their own agenda, and they lobby hard to set the are all ways of getting informed. Media does it for the masses. (7)

(ترجمہ: یہ درست ہے کہ میڈیا خبروں، سرخیوں اور کہانیوں کو ترجیح کے لحاظ سے اہمیت دیتا ہے۔ لیکن یہ بھی اتنا ہی سچ ہے کہ لوگ اپنی اور ان کے گروہوں کی ذاتی دلچسپی کی خبروں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ میڈیا اکثر ایجنڈا مخصوص کرنے کی بجائے انعکاس کرتا ہے۔ افراد، گروہوں، اداروں، سیاسی جماعتوں اور حکومتوں کا اپنا اپنا ایجنڈا ہوتا ہے اور وہ معلومات حاصل کرنے کے تمام طریقوں سے اثر انداز ہونے کی سخت کوشش کرتے ہیں۔ میڈیا یہ سب عوام کے لیے کرتا ہے۔)

سانحہ ۹/۱۱ کے بعد سلیم کے لئے اب بھی ایک امر اطمینان بخش تھا کیوں کہ باقی سب لوگ جتنے دور ہوئے ان کی محبت جینی اتنی ہی سلیم کے قریب ہو گئی۔ سلیم اب بہت ہی کم اپنے کمرے سے باہر نکلتا، اس لئے خود جینی اس کے کمرے میں آتی۔ جینی سلیم سے کہتی کہ اس کو زیادہ سے زیادہ ڈائننگ ہال میں جانا چاہیے تا کہ لوگ اس کی افسردگی کو اسامہ بن لادن کے مرنے پر سوگ سے تعبیر نہ کریں۔ ان سب لوگوں میں صرف جینی ہی پروپیگنڈا کے مفہوم سے آشنا تھی جو سلیم کو سمجھاتے ہوئے کہتی کہ سلیم اس نفرت اور تعصب کی وجہ صرف میڈیا ہے۔

جینی کی بات میں شک نہیں ہے کہ ایسے موقعوں پر امریکی میڈیا سیاست اور مذہب کی تلخ اور ترش گولی کو میڈیا کے پروپیگنڈا کی چینی میں مکس کر کے عالمی منڈی میں لاتا ہے۔ جس سے عوام امریکہ کے سیاسی فتور کو سمجھنے سے بالکل قاصر رہتی ہے ذہن میں ذرا سی درست بات کا امکان تک پیدا نہیں ہوتا:

"یہ معاملے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ اقتدار کے مخروطی ڈھانچوں کی طرف سے عوام کی سوچ کو اپنے نقطہ نظر سے ہم قطار کرنے کی مہم کے باعث ان نزاعی مسائل کو مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس وقت

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

بہترین موقع ہے کہ ہم ان آدرشوں اور ان بصائر کی بات کریں جنہیں اس طرح شکل بگاڑ کر پیش کیا جارہا ہے کہ ان کا حقیقی مفہوم ہی بگڑ کر رہ گیا ہے۔ سارے آئیڈیل اور سارے خواب ترمیم یافتہ شکل میں اس طرح پیش کئے جارہے ہیں کہ سچ پر جھوٹ اور جھوٹ پر سچ کا گماں گذرتا ہے۔ صنعتی معاشرے جدید دور کے اس مرحلے پر پہنچ کر جمہوریت، انسانی حقوق اور حتیٰ کی معاشی منڈیوں کو بھی نشانہ بنانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اور دکھ کی بات یہ ہے کہ ان اقدار کی باتیں بھی وہی لوگ بڑھ بڑھ کر رہے ہیں جو کہ ان اقدار کی تباہی کے ہراول دستے میں شامل ہیں۔ اس گھناؤنے عمل کی داد تو وہی لوگ دے سکتے ہیں جو پرانے وقتوں کے "پراپیگنڈے" سے واقف ہیں۔"(۸)

جینی کے کہنے پر سلیم اگلے دن ڈائننگ ہال میں کھانا کھانے گیا تو ان کو اپنے ہی شاگرد کے تلخ جملے کا سامنا کرنا پڑا۔ سلیم نے جینی سے مچھلی اور سلاد کا آڈر کہنے کو کہا تو اس پر ان کے شاگرد نک نے کہا 'I Thought Muzlims don't eat fish' نک کی جہالت امریکی میڈیائی پروپیگنڈا کے سبب تھی۔ "نِک" جس چینل کی خبروں کو سنتا اُس کا نام بھی 'Fax' تھا۔ چینل نام سن کر ہال میں ایک شخص نے زور کا قہقہ لگایا اور کہا 'As if others are any good. Oh, my fu**ing, American media will drive us all crazy'(9)۔ ایسے میں سانحہ ۱۱/۹ کے بعد یورپ میں مسلمانوں سے نفرت کے بیانیہ کا جنم لینا حیرت کی بات نہ تھی۔

محبت قربانی مانگتی ہے۔ سلیم محبت کے اس اصول کو بھول بیٹھا تھا کہ محبت فنا ہونے کا نام ہے۔ اس لئے سلیم نے جینی کو دعوت اسلام دی تو جینی کی محبت ایک دم نفرت میں تبدیل ہو گئی اور سوالوں کا ایک لامتنائی سلسلہ شروع ہو گیا کہ آپ کیوں مجھے جنت میں لے کر جانا چاہتے ہیں۔ کیوں آپ مجھے خود کش بمبار بنانا چاہتے ہیں۔ اس کی آنکھوں میں ڈر اور خوف تھا کیونکہ سلیم نے ساسا کی موت پر کہا تھا کہ وہ ساسا کے مرنے پر نہیں رویا بلکہ وہ تو اس غیر مساوی تقسیم پر رویا تھا جو امریکہ اور یورپ نے پیدا کی ہوئی ہے۔

مغربی میڈیا کے ذریعے ایک پرانی اصطلاح کو استعمال کیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ متروک اصطلاح سارے مغرب میں مقبول ہو گئی۔ یہ اصطلاح "بنیاد پرستی" ہے۔ جب کی مسلم دنیا میں بنیاد پرستی کا مفہوم وہ نہیں جس کو مغرب نے اپنے مفاد کے لیے منفی طور پر استعمال کیا ہے۔ مسلم ممالک میں اس اصطلاح کا مفہوم اسلامی عقائد پر عمل کرنا ہے۔ اب ہر مسلمان جو نماز ادا کرے گا، زکوۃ دے گا، روزے رکھے گا اور ایسی خواتین جو نقاب کریں گی، مغربی میڈیا اس کو بنیاد پرست کہہ گا۔ یہ سب اصطلاحات افغانستان پر حملہ کے وقت استعمال ہونا شروع ہوئیں۔ "ساسا" میں کرداروں کے ذریعے مابعد ۱۱/۹ کی عصری صورت حال کو بیان کیا گیا ہے، سیاست اور میڈیا کے مخفی پروپیگنڈا کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ مشرق اور مغرب کے تضادات، اسلام اور مغرب کی کشمکش، یورپی لوگوں کا تارکین وطن سے ناروا سلوک، نفرت، تعصب، تیسری دنیا کے حکمرانوں کی بے حسی اور لوٹ مار، جیسے اہم عصری حقائق کو پیش کیا گیا ہے۔ کردار عصری عہد کے مفہوم کا استعارہ ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ناصر عباس نیّر، پیش لفظ: ساسا، شیراز دستی، محمد، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۴، ۳

۲۔ محمد شیراز دستی، ساسا، ص۶
۳۔ ایضاً، ص۷
۴۔ ایضاً، ص۱۲۸
۵۔ ایضاً، ص۱۲۹
۶۔ ناوم چومسکی، سرکش ریاستیں، جمہوری پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص۲۳، ۲۲
۷۔ سیمہ حسن، *Mass Communication: Principles and Concepts*، سی بی ایس پبلشرز، دہلی، ۲۰۲۱ء، ص۱۲۶، ۱۲۷
۸۔ چومسکی، ناوم، ورلڈ آرڈر کی حقیقت، جمہوری پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص۱۱۳، ۱۱۲
۹۔ شیراز دستی، ڈاکٹر، ساسا، ص۱۳۳

References in Roman Script:

1. Nasir Abbas Nayyar, pash lafz: sasa, aks Publications, Lahore, 2018, P.3,4
2. Muhammad Sheeraz Dasti, Dr, sasa, P.6
3. Ibid P.7
4. Ibid P.128
5. Ibid P.129
6. Noam Chomsky, Sarkash Riyastein, jamhori Publications, Lahore, 2009, P. 22,23
7. Seema Hassan, Mass Communication: Principles and Concepts,SBS Publisher, New Dehli , 2021, P. 126, 127
8. Noam Chomsky, World Order ki Haqeeqat, jamhori Publications, Lahore, 2014, P. 112, 113
9. Muhammad Sheeraz Dasti, Dr, sasa, P.133

Dr. Muhammad Sohail Iqbal completed his Ph.D. degree in Urdu from International Islamic University Islamabad, Pakistan. He has authored over 10 articles published in esteemed journals. His current research interests include Urdu fiction.

Dr. Tahira Ghafoor, a Lecturer of Urdu at Government Graduate College, Satellite Town, Rawalpindi, Pakistan, holds a Ph.D. degree in Urdu. Her primary areas of interest are Urdu fiction, especially Urdu Novel. She has contributed to the field with 11 published articles and has authored one book, showcasing her expertise and dedication to advancing Urdu literature.